السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

کیا حسین بن علی الجعفی کا عبدالرحمن بن یزید بن جابر سے سماع ثابت ہے ؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!
الحمد للہ، والصلاة والسلام علی رسول اللہ، أما بعد!

جلیل القدر محترم المقام برادرم وعزیزم میاں محمد علی صاحب حفظہ اللہ

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ!

امید ہے کہ آپ بمع متعلقین بخیریت تام ہوں گے۔

اما بعد! آپ کا مکتوب ملا بڑی خوشی ہوئی کہ آپ نے یاد کیا جس کے لیے آپ کا شکریہ!

آپ نے جو حدیث شریف لکھی ہے اس کے متعلق یہ گذارش ہے کہ میں بھی ان محدثین و محققین کے زمرہ میں شامل ہوں جو اس حدیث مبارکہ کی تصیح کرتے ہیں۔ باقی اس کے متعلق جو علت بیان کی جاتی ہے وہ مرفوع ہے۔ (الحمد للہ) تفصیل درج ذیل ملاحظہ کریں گے۔

علت کے متعلق آپ نے پہلا حوالہ امام بخاری رحمة اللہ علیہ کی کتاب ''تاریخ الکبیر'' کا دیا ہے اس کے لیے گذارش ہے کہ امام بخاری رحمة اللہ علیہ نے عبارت اس طرح شروع کی ہے۔

''ویقال ہوالذی ''یعنی عبارت کے شروع میں صیغہ مجہول کو لایا گیا ہے جو تمریض پر دلالت کرتا ہے (یعنی اس طرح کہا گیا ہے) یعنی اس کا قائل (کہنے والا) نامعلوم ہے، لہذا اس سے حجت لینا درست نہیں ہوگا یہ رائے امام اعلی مقام کی اپنی ہوتی تو بیشک اس کو اہمیت و وزن حاصل ہوتا لیکن یہ قول کسی دوسرے کا ہے جس کا قائل نامعلوم ہے باقی رہی ''تاریخ الصغیر'' کی عبارت تو اس میں اہل الکوفة کے الفاظ ہیں۔

حسین بن علی جعفی ''کا نام صراحتاً مذکور نہیں ہے اور ''اہل کوفة'' کا لفظ ابو اسامہ (حماد بن اسامہ) پر صادق آتا ہے اور ابو اسامہ واقعی عبدالرحمن بن یزید بن جابر سے سماع نہیں کیا ہے بلکہ عبدالرحمن بن یزید بن تمیم سے اور ابو اسامہ کے عدم سماع سے یہ لازم نہیں آتا کہ حسین بن علی جعفی نے بھی ابن جابر سے نہ سنا ہو۔ امام ابن القیم ''جلاء الافہام'' میں یہ لکھا ہے کہ اکثریت ائمہ حدیث اس طرف گئے ہیں کہ

ابو اسامة عبدالرحمن بن یزید بن جابر سے سماع نہیں کیا ہے بلکہ ابن تمیم سے کیا ہے۔

البتہ حسین بن علی جعفی نے دونوں سے سماع کیا ہے۔

(1) :......امام ابن ابی حاتم فرماتے ہیں کہ :

((سالت محمد بن عبدالرحمن بن أخی حسین الجعفی عن عبدالرحمن بن یزید بن جابر فقال قدم الکوفة عبدالرحمن بن یزید بن تمیم وعبدالرحمن بن یزید بن جابر وادرک بدہر والدي یحدث عنہ ابواسامة لیس ہوابن جابر ہوابن تمیم))

اس عبارت سے بھی معلوم ہوا کہ ابو اسامہ نے ابن جابر سے سماع نہیں کیا ہے بلکہ ابن تمیم سے باقی حسین جعفی کی ابن جابر سے سماع کی نفی اس میں نہیں ہے اور ابن جابر بھی (اس عبارت سے معلوم ہوا کہ) دو مرتبہ کوفہ آئے تھے لہذا حسین جعفی کا سماع ممکن بلکہ قرین قیاس ہے۔

(2) :......امام ابو بکر بن ابی داود فرماتے ہیں کہ :

((سمع ابواسامة من ابن المبارک عن ابن جابر وجمیعا یحدثان عن مکحول وابن جابر ایضا دمشقی فلما قدم ہذا قال ان عبدالرحمن بن یزید الدمشقی حدث عن مکحول فظن ابواسامة انہ ابن جابر الذی روی عنہ ابن المبارک' وابن جابر ثقة مامون یجمع حدیثہ وابن تیم ضعیف))

اس عبارت سے بھی معلوم ہوا کہ عبدالرحمن بن یزید کو ابن جابر سمجھنے میں غلطی ابو اسامہ نے کی ہے نہ کہ حسین جعفی نے کی ہے۔

(3) :......امام ابوداود السنن میں فرماتے ہیں کہ (ابن تمیم) متروک الحدیث ہے :

((حدث عنه ابواسامة وهو غلط في اسمه قال حدثنا عبدالرحمن بن يزيد بن جابر الشامي وكل ما جاء عن ابي أسامة عن عبدالرحمن بن يزيد فإنما هو ابن تميم))

امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت بھی صاف بتا رہی ہے کہ ابن جابر کے متعلق غلطی ابواسامہ سے ہوئی ہے اور جب بھی عبدالرحمن بن یزید سے روایت کرتا ہے تو وہ ابن تمیم متروک ہی ہوتا ہے لیکن امام ابوداود نے بھی غلطی کرنے والوں میں حسین جعفی کا نام شامل نہیں کیا ہے۔

بہرحال ابن جابر سے سماع کا انکار اکثر ائمہ حدیث نے ابواسامہ کے لیے کیا ہے۔

حسین جعفی کے لیے رجال کی کتب تہذیب التہذیب للحافظ ابن حجرؒ و تہذیب الکمال للحافظ ابی الحجاج المزی میں عبدالرحمن بن یزید بن جابر کے تلامذہ میں حسین بن علی جعفی کا نام جزم کے ساتھ استعمال کیا ہے اور حسین کے اساتذہ میں ابن جابر کا نام بھی ''تہذیب الکمال'' للمزی میں موجود ہے۔ حافظ مزی عبدالرحمن بن یزید بن جابر کے متعلق فرماتے ہیں:

((روی عنه حسین بن علی الجعفی وابواسامة حماد بن أسامة إن كان محفوظا))

اس عبارت سے محفوظ ہوا کہ حافظ مزی حسین کی روایت ابن جابر کے متعلق جزم کے ساتھ کہی ہے لیکن حماد بن اسامہ (ابواسامہ) کے متعلق شک ظاہر کیا ہے، اس لیے فرمایا کہ:

((إن كان محفوظا))

اس طرح ابن القیم ''جلاء الأفهام'' میں امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے ابوحاتم کی کتاب ''الضعفاء'' پر کلام کرتے ہوئے فرمایا:

((قوله حسين الجعفي روى عن عبدالرحمن بن يزيد ابن جابر وابواسامة يروي عن عبدالرحمن بن يزيد بن تميم فغلط في اسم جده))

اس سے معلوم ہوا کہ ابن جابر سے حسین روایت کرتا ہے، لیکن ابواسامہ ابن تمیم سے روایت کرتا ہے لیکن غلطی سے اس کے دادے کا نام ''تمیم'' کے بجائے جابر لیا گیا ہے۔

یہاں پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے کہ ابن ابی حام کتاب العلل میں فرماتے ہیں کہ:

((سمعت ابي يقول عبدالرحمن بن يزيد بن جابر لا اعلم احدا من اهل العراق يحدث عنه والذي عندي ان للذي يروي عنه ابواسامة هو حسين الجعفي واحد و هو عبدالرحمن بن يزيد بن تميم لان اباسامة يروي عن عبدالرحمن بن يزيد عن القاسم عن ابي امامة خمسة احاديث اوستة احاديث منكرة لا يحتمل ان يحدث عبدالرحمن بن يزيد بن جابر مثله ولا اعلم احدا من اهل الشام روي ابن جابر من هذه الاحاديث شيئا واما حسين الجعفي فانه يروي عن عبدالرحمن بن يزيد بن جابر عن ابي الاشعث عن اوس بن اوس عن النبي صلى الله عليه وسلم في يوم الجمعة انه قال افضل الايام يوم الجمعة فيه الصعقة وفيه النفخة وفيه كذا وهو حديث منكر لا اعلم احدا رواه غير الحسين الجعفي واما عبدالرحمن بن يزيد بن تميم فهو ضعيف الحديث وعبدالرحمن بن يزيد بن جابر ثقة ثم كلامه)) علل الحديث جلد ۱ صفحہ ۱۹۷ .

اس کا جواب یہ ہے کہ امام ابوحاتم نے حسین جعفی کی ابن جابر سے سماع کے انکار پر کوئی ٹھوس ثبوت نہیں پش کیا ہے جو پانچ چھ حدیثیں ذکر کی گئی ہیں وہ ابواسامہ کے واسطے سے نہیں آخر اس میں حسین جعفی کا کیا قصور؟ کرے کوئی بھرے کوئی یہ کہاں کا انصاف ہے؟

کیا حسین جعفی کا اہل عراق میں سے ہونا ہی اس پر دلیل ہے کہ وہ ابن جابر سے روایت نہیں کرتا؟ خود سوچیں کہ یہ تو کوئی دلیل نہیں ہے ابواسامہ سے واقعتاً کچھ غلطیاں ہوئی ہیں لیکن حسین جعفی کی اس قسم کی غلطی کسی نے بھی بیان نہیں کی ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ التقریب میں ابواسامہ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

((وكان باخره يحدث من كتب غيره))

یعنی آخر عمر میں وہ دوسروں کی کتابوں سے حدیثیں بیان کرتا تھا اور یہی سبب ہے کہ اس سے چند غلطیاں صادر ہوئی اس کے برعکس حسین جعفی پر ایسا کوئی الزام نہیں ہے بلکہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ تہذیب التہذیب میں محمد بن عبدالرحمن الہروی سے نقل کیا ہے کہ:

((ما رايت اتقن منه)) التہذیب: صفحہ ۳۰۸ جلد ۲ طبع نشر السنة لاہور

یعنی حسین جعفی سے بڑھ کر زیادہ متقن (مضبوط حافظہ والا) میں نے نہیں دیکھا۔

لہٰذا ایسے متقن اور ثقہ راوی کے بارے میں بغیر دلیل کہ سوء ظن رکھنا کہ وہ ابن جابر اور ابن تمیم کے درمیان فرق نہ کر سکا بڑی بے انصافی ہے۔ باقی ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کہنا کہ ''یہ حدیث (اوس بن اوس رضی اللہ عنہ کی) منکر ہے میں نہیں مانتا کہ حسین الجعفی کے بغیر کسی نے اس روایت کو بیان کیا ہو۔''

یہ بھی عجیب ہے کہ یہ حدیث منکر ہے، کیونکہ دوسرے کسی نے یہ روایت نہیں کی ہے کسی دوسرے کا یہ روایت کرنا کوئی نکارت کی علت نہیں بن سکتی، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی صحیح میں پہلی روایت (انما الاعمال بالنیات) بھی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بغیر کسی دوسرے سے وارد نہیں ہے اور ان سے بھی صحیح سند کے ساتھ روایت کرنے والا ایک ہی راوی ہے۔ جب کہ

اس سے بھی روایت کرنے والاایک ہے اس کے بعدنیچے جاکر کئی شاگردبنتے ہیں۔

کیا یہ روایت اس لیے منکر کہی جائے گی کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کرنے والااور پھر ان سے بیان کرنے والاایک ہی راوی ہے؟ ہرگز نہیں! جب کہ حسین جعفی ثقہ اور متقن حافظہ کا مضبوط ہے اس کے اوپر جرح بھی ثابت نہیں ہے تو ایسے ثقہ کی روایت کو منکر قرار دینا سراسر ناانصافی ہے۔

علاوہ ازیں منکر قرار دینے کا سبب یہ بھی ہوتا کہ حسین جعفی اس حدیث میں کسی اوثق (اپنے سے زیادہ ثقہ) کی مخالف کی ہو، لیکن ایسا بھی نہیں ہے اور نہ ہی متن میں ایسی کوئی بات ہے جو دوسری احادیث کے مخالف ہو بلکہ متن کے تو کتنے ہی دوسرے صحیح شاہد موجود ہیں۔ جمعہ کے بارے میں جو کچھ بیان ہے اس کی مئوید سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث ہے جو کہ مسلم، ابوداود، ترمذی، نسائی، ابن خزیمہ وغیر ہم میں مذکور ہے جو معنی کے اعتبار سے اس حدیث کے متفق ہے۔

اسی طرح انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام کو مٹی وغیرہ نہیں کھاتی اس کے بھی شواہد موجود ہیں اور اس کا شاہد وہ صحیح حدیث بھی ہے کہ آپ ﷺ نے معراج کی رات دیکھا کہ موسی علیہ السلام قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں قبر میں نماز تب ہی پڑھی ہوگی، جب ان کا جسم اطہر صحیح سلامت ہوگا حضرت موسی علیہ السلام اور نبی کریم ﷺ کے درمیان کتنا بڑا وقفہ ہے وہ ہر کوئی جانتا ہے لیکن اتنے طویل بلکہ اطول عرصہ کے بعد بھی ان کا جسم مبارک صحیح سالم تھا بہرحال یہ حدیث صیح بھی اس حدیث مبارک کے اس ٹکڑے:

((إن الله حرم على الأرض)) (الحدیث)

کی مئوید ہے اسی طرح آپ ﷺ کے پاس امت کے درودوسلام کا پہنچنا بھی کتنی ہی احادیث صحیحہ میں موجود ہے جن میں یہ بیان ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالی کے فرشتے امت کی طرف سے بھیجے گئے صلوۃ وسلام کو پہنچاتے ہیں۔ اب بتایا جائے کہ آخر اس حدیث میں کون سا ٹکڑا منکر ہے جو دوسری احادیث صحیحہ کی مخالف میں ہے جس کی وجہ سے اس کو منکر کہا جاتا ہے۔ جب سند کے تمام راوی ثقہ ہیں اور متن کسی دوسرے صحیح متن کے مخالف ومنافی نہیں تب بھی اس کو منکر سمجھنا ماسوائے زوری اور دھاندلی کے اور کچھ نہیں ہے۔

امام ابوحاتم کا مقام ومرتبہ بلاشبہ بلند ہے ہم اس کے علم کے مقابلے میں جہلا کے قریب ہیں، تاہم جو بھی انسان اگرچہ وہ امامت کے مرتبہ پر فائز ہو لیکن اس سے غلطی اور سہو وخطا بہرحال ممکن ہے بلکہ وقوع پذیر ہے، لہذا بلا دلیل اور ٹھوس ثبوت کے یہ کہنا کہ یہ روایت منکر ہے ہرگز قابل قبول نہیں ہے بلکہ مردود ہے۔

خلاصہ کلام کے اس سند کے راوی حسین جعفی کا اس روایت میں غلطی سے ابن تیمم کو ابن کہنے والی بات میں صرف امام ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ منفرد ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی رائے نہیں دی ہے بلکہ ''یقال'' کہہ کر کسی غیر معلوم محدث کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ان کا یہ اشارہ امام ابوحاتم کی طرف ہی ہو لیکن چونکہ امام ابوحاتم الرازی کی یہ علت صحیح نہیں ہے اس لیے ان کا نام لینے کے بجائے مجہول فعل استعمال کر کے اس علت کی تمریض کی طرف اشارہ کیا ہے۔ واللہ اعلم

باقی دوسرے اکثر ائمہ حدیث جن میں امام دارقطنی جیسے معتدل امام کا بھی نام شامل ہے وہ عبدالرحمن بن یزید بن جابر سے حسین بن علی الجعفی کے سماع کے قائل ہیں۔

علاوہ ازیں حسین جعفی کے سماع کے لیے یہ بھی زبردست دلیل وثبوت ہے کہ صحیح ابن حبان میں یہ حدیث مبارکہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ اس سند کے ساتھ لائے ہیں۔

((حدثنا ابن خزیمہ حدثنا ابوکریب حدثنا حسین بن علی حدثنا عبدالرحمن بن یزید بن جابر الخ))

کہ اس سند میں حسین جعفی ابن جابر سے سماع کی (حدثنا) کہہ کر تصریح کر رہے ہیں۔''

لہذا عدم سماع کا قول مردود ہے ورنہ اگر ان کا سماع ابن جابر سے نہ ہوتا تو حدثنا کہنے سے یہ سیدھا سادا جھوٹ ہوا۔ حالانکہ حسین جعفی نہ جھوٹا نہ مجروح بلکہ ثقہ، متقن اور پختہ عابد راوی ہے۔ لہذا جب ایسا پختہ راوی اپنی تصریح کرتا ہے تو باقی سارے ظنون اور بے دلیل قیاسات، شکوک وشبہات ختم ہوجانے چاہئیں۔

جن لوگوں نے اس روایت میں یہ علت پیش کی ہے کہ امام علی بن المدینی حسین بن علی الجعفی سے روایت کرتا ہے وہ کہتا ہے:

((حدثنا ابن عبدالرحمن بن یزید بن جابر سمعتہ یذکر عن ابی الاشعث الصنعانی عن اوس بن اوس الحدیث))

''اور ان کا کہنا ہے کہ ابن جابر ابوالاشعث الصنعانی سے سماع کی تصریح نہیں کی ہے لیکن یہ علت بھی قادحہ نہیں ہے۔''

کیونکہ کتب رجال (التہذیب) وغیرہ میں ابن جابر کے اساتذہ میں ابوالاشعث الصنعانی کا نام بھی ہے۔ اور علی بن المدینی روایت سے زیادہ سے زیادہ یہ معلوم ہوا کہ ابن جابر ابوالاشعث سے عنعنہ کیا ہے اور ابن جابر مدلس بھی نہیں ہے۔ لہذا اس کی عنعنہ بھی سماع پر محمول ہے۔ (کمالا یخفی علی ممارس کتب اصول الحدیث)

مزید علی بن المدینی کی روایت میں بھی حسین بن علی جعفی اس جابر سے تحدث کی تصریح کی ہے یعنی امام ابن المدینی بھی امام ابن خزیمہ سے حسین جعفی کی ابن جابر سے سماع کی تصریح میں متفق ہے۔ فنعم الوفاق وحبذا الاتفاق اس سے بھی ثابت ہوا کہ حسین جعفی کا سماع ابن جابر سے ثابت ہے۔ فالحمدللہ علی ذالک

باقی انبیاء کرام علیہم السلام کی قبروں میں نماز پڑھنا یا زندہ ہونا۔ یہ سارا برزخی معاملہ ہے اس کو دنیا کے معاملے پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ شہداء بھی تو قرآنی نص کے مطابق زندہ ہیں لیکن دنیاوی زندگی ان کی بھی فی الحال ختم ہوچکی ہے۔ اسی طرح انبیاء کرام کی بھی برزخی زندگی کو تصور کرنا چاہیے۔

بہرحال وہ عالم برزخ کے معاملات ہیں ان پر جتنا کتاب وسنت سے ثابت ہے ویسا ایمان رکھنا ہے کمی کوتاہی نہیں کرنی چاہیے۔ قرآنی ارشاد عالیہ ہے۔

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَـٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا (الاسراء:٣٦)

''اور جس چیز کا تجھے علم نہ ہو اس کے پیچھے مت پڑ بلاشبہ کان، آنکھ اور دل ان سب کے بارے میں پوچھا جائے گا۔''

بہر حال آپ کے سوال کا جواب راقم الحروف نے اپنے قصور علم کے اعتراف کے باوجود جتنا رب کریم نے سمجھایا عرض رکھ دیا ہے۔ اس سے بڑھ کر آپ ہی سوچیں کہ میں اس میں کتنا کامیاب ہوں۔

میرے لیے کوئی دوسری خدمت ہو تو حاضر ہوں۔

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

فتاویٰ راشدیہ

صفحہ نمبر 522

محدث فتویٰ